ڈاکٹر مظہر علی طلعت

ٹیچنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ اُردو

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

دوستوئیفسکی کا ناول جرم و سزا اور سوشلسٹ نظریہ جرم: ایک جدلیاتی مطالعہ

Dostoevsky is a well known Russian writer of nineteenth century. Dostoevsky created novels in world literature, which contain higher philosophical and religious content with high quality of artistic and aesthetical significance. Dostoevsky's, Novel Crime & Punishment contains social and philosophical topics like origin of crime.

This article elaborates the Russian Socialists view point about Crime in Nineteenth Century Russia. It also highlights the author's opinion about the social menace in the light of religion and philosophy.

کیا ناول بڑے خیال کا ترسیل کنندہ ہوسکتا ہے؟ کیا ادبی صنف کی حیثیت سے ناول کا ظرف اور سراپا فقط فنی خصوصیاتِ فن کا ہی حامل ہونا چاہیے یا ناول آگے بڑھ کر خیالات کو خود سے اخذ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ فکشن کی ابتدائی نہج پر تو شاید ناول ایسا کوئی فریضہ ادا کرنے کا تصور بھی نہ کرسکتا ہو لیکن جوں جوں اس صنف نے اپنے قدم جما لیئے ناول ''بڑے خیالات'' کو اپنے اندر سمونے کی نہ صرف اہلیت پیدا کرنے لگا بلکہ بڑے خیال کو جنم دینے کا بھی اہل ہوگیا۔ ناول کی تفہیم سے ، ناول کے کرداروں کے ذریعے قاری کو اپنے عصر کے رواں دواں بیانیے سے واقف کراتے ہوئے بڑے خیالات کو قاری کے سامنے ہلاکم وکاست پیش کرنے کا عمل ہونے لگا۔ یوں تو خیالات کے دیو پیکر ہونے یا معمولی ہونے کی تقسیم ارادی ہے۔ ناول کے بطن سے پھوٹنے والے ادبی معیار کو شامل کیے ہوئے خیالات کمترین ہوتے ہوئے بھی جمالیاتی قدر کے حامل ہوسکتے ہیں اور بڑی بڑی فلسفیانہ موشگافیاں بھی مٹی کا ڈھیر ثابت ہوسکتی ہیں اور ناول کی قوت ترغیب قرآت کے عمل کو مجروح کرسکتی ہیں۔

فلسفے اور ادب میں فوقیت کا حامل تو ادب ہی ہے لیکن ادب اور فلسفیانہ فکر کا ملاپ ایک نئے پن کی شے بن جاتی ہے ۔جس کو اگر فنکار یا آرٹسٹ بڑی سطح پر برتے تو ناول عام قاری اور خاص قاری دونوں کو متمتع کرسکتا ہے۔

ناول کی تاریخ میں اٹھارویں صدی کے روس کے ادب میں ناول کی صنف بہت مقبول اور ہر دلعزیزی کی حامل ہونے کے کی بناء پر تاریخ ادب عالیہ کا اہم باب ہے۔ روسی ادب میں پشکن کے منظوم ناولوں سے شروع ہو کر روس کے اشتراکی انقلاب ۱۹۱۷ء کے زمانے تک روسی ادیبوں نے عالمی ادب میں اپنی جگہ بنالی۔ روسی ناول نگاروں میں فیودر

میخائیلووچ دوستوئیفسکی نے روس کو کئی شاہکار ناول دیئے۔ دوستوئیفسکی کی ادبی حیثیت تو مسلم ہے ہی لیکن دوستوئیفسکی کو بعد کے ادبی حلقوں اور نقادوں نے فلسفہ وجودیت کے بانیوں میں بھی شامل کیا ہے۔ دوستوئیفسکی نے کمال ہنر سے اپنے ناولوں کی فنی ہئیت قائم رکھتے ہوئے اعلیٰ اور گہرے خیالات کو بھی ناول کے پلاٹ اور کرداروں میں یوں سمویا کہ فلسفے اور ادب کی سرحدیں مٹ گئیں۔

دوستوئیفسکی اور کیرکے گور کا موازنہ کرتے ہوئے ایک نقاد نے دوستوئیفسکی کو کیرکے گور سے بڑا دانشور قرار دیا ہے۔ دوستوئیفسکی اور کیرکے گور دونوں عیسائی ہیں اور عیسائیت کے مبلغین کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ لیکن دوستوئیفسکی کی عیسائی وجودیت کیرکے گور کی وجودی عیسائیت سے کہیں گہری ہے۔ کرکے گور اندر سے آنے والی آواز کے بھروسے پر اپنی منگیتر ''ریگینا'' سے منگنی توڑ کر تمام عمر کنوارا رہا اور رہبانیت کو روایتی عیسائیت کا مظہر سمجھتے ہوئے رد کرنے کے باوجود Ascetism پر چلا لیکن دوستوئیفسکی کے لیے روایتی عیسائیت اہم قرار پائی۔ دوستوئیفسکی کو سائبیریا کی جلاوطنی اور قید بامشقت کے دوران تحفے میں ملنے والی ''بائبل'' نے زندگی کو عیسائی روایت کے قریب رہ کر گزارنے کی طرف مائل کیا اور وہ تمام عمر اس عیسائی وجودیت کی روشنی میں ادب تخلیق کرتا رہا۔

دوستوئیفسکی کی تمام کتابوں میں فلسفیانہ وجودی مسائل کی صورتحال اور گرہ کشائی ملتی ہے۔ دوستوئیفسکی کے ناولوں میں سے کرامازوف برادران اور ایڈیٹ اور جرم و سزا ان تینوں ناولوں کی یا توبُنت میں اور یا اس کے مواد میں دونوں طرح سے عیسائی تعلیمات سے برآمد ہونے والے مباحث موجود ہیں۔ ان مباحث کو اعلیٰ فکری سوالات بھی کہا جاسکتا ہے۔

اس تخلیق کا سیاق وسباق یہ تھا کہ دوستوئیفسکی ایک عجیب وغریب اور نازک اور دشوار خیال کو تحریر میں لانا چاہتا تھا۔ کہ وہ ایک ایسے انسان کی تصویر کشی کرنا چاہتا تھا جو مثالی ہو۔ دوستوئیفسکی ۱۸۶۸ء کے ایک خط میں اپنے پبلشر دوست مائیکوف کو خط میں لکھتا ہے:

> '' بڑی مدت سے ایک خیال مجھے ستا رہا ہے مگر میں اسے ناول میں ڈھالتے ڈرتا ہوں کیونکہ خیال نہایت نازک اور دشوار ہے۔ آئیڈیا یہ ہے کہ ایک مثالی انسان کی بھرپور تصویر کشی کی جائے۔'' (۱)

دوستوئیفسکی کا یہ ناول ''ایڈیٹ'' ادب عالیہ کو ''پرنس میشکن'' جیسا کردار دے گیا۔ یہ کردار ایک مثالی انسان کا کردار ہے۔ ایک مثالی انسان کا کردار کا پیش کر کے دوستوئیفسکی اعلیٰ فکر فلسفے اور مذہبیات کے مباحث کو ناول میں داخل کر کے فلسفیانہ ناول میں دیتا ہے۔

دوستوئیفسکی کا ناول جرم و سزا اگرچہ سراغ رساں ناول تصور کیا جاتا ہے لیکن دوستوئیفسکی اس ناول میں بھی عیسائیت کے سوال کو پیش کرتا ہے۔ جرم و سزا کا ایک کردار ''سونیا'' اگرچہ غربت کی ماری ایک عیسائی جسم فروش لڑکی ہے لیکن وہ ''سونیا'' تحمل، بردباری اور یقین کی دولت سے متصف ہے۔ جسم فروش کا مرکزی کردار ''رسکولنیکوف'' ایک قاتل ہے۔ وہ قتل کے ایک نئے محرک کا حامل ہے۔ (قتل کے اس محرک کی تفصیل بعد میں آئے گی) رسکولنیکوف ،سونیا سے ملاقات کے بعد سونیا سے بائبل کی تلاوت سنتا ہے۔ یہ سونیا ہی ہے جو رسکولنیکوف کے قتل کے مبنی بر اطمینان ذہنی محرک پر

ضرب لگاتی ہے۔ رسکولنیکوف ، سونیا کے روبرو اپنے قاتل ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ سونیا ،رسکولنیکوف کو معاشرے کے قانونی ڈھانچے کو تسلیم کر کے اپنے جرم کے اعتراف اور جرم کی سزا بھگتنے پر قائل کرتی ہے۔ رسکولنیکوف ، سونیا کے عیسائی تصور گناہ پر یقین اور گناہ کی سزا بھگتنے کی عیسائی تصور ''نجات از گناہ'' کی طرف واپسی اختیار کرتا ہے۔ (یاد رہے کہ عیسائیت کی تعلیم کے مطابق گناہ کی سزا بھگتنا یا کفارہ سماجی تطہیر کا ایک ذریعہ اور ستون ہے) سونیا اس ناول کے اختتامی صفحات میں رسکولنیکوف کے ساتھ سائبیریا کی جیل میں سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو کر رسکولنیکوف کے ساتھ سائبیریا روانہ ہو جاتی ہے۔ سونیا یہاں بھی عیسائیت پر عمل پیرا ہے۔ سونیا کے اس عمل سے واضع ہے کہ عیسائی امر بالمعروف فقط سوکھی خطابت اور تبلیغ نہیں ''گناہ گار سے محبت'' عیسائی امر بالمعروف کا اہم جزو ہے۔ ''گناہ گار سے محبت'' کا یہی عیسائی سبق سونیا کے رسکولنیکوف کے ساتھ سزا کی صعوبت میں شریک ہونے کا باعث بنا۔

دوستوئیفسکی اس ناول میں روایتی اور معاشرے میں رائج عیسائی روایتی اقدار کے قریب ہے۔ دوستوئیفسکی عیسائیت کے فلسفیانہ پہلو کا نہیں عیسائیت کی رسوماتی پیکر کا مبلغ اور مداح ہے۔ وہ روس کے بطن میں موجود عیسائی خون کی گردش کی نباضی کرتا ہے۔ دوستوئیفسکی کا عیسائیت کے رسومی پہلو کا مشاہدہ اسے ایک عیسائی شخص کی وجودی جہت کی طرف لاتا ہے۔ دوستوئیفسکی کی روسی عیسائی معاشرے کے وجودی مسائل کی طرف آمد کا سوال براہ راست روسی معاشرے کی سیاسی صورتحال سے منسلک ہے۔

دوستوئیفسکی کا زمانہ روس کی تاریخ کا وہ زمانہ ہے جس میں کسان غلامی کا خاتمہ ہو چکا تھا اور روس میں مختلف دانشور گروہ کار زار سیاست میں سرگرم ہو چکے تھے۔ روس کے اشتراکی انقلاب سے چار عشرے قبل سوشلسٹ نظریات نہ صرف روسی دانشوروں میں سرایت کر چکے تھے بلکہ روسی دانشور براہ راست روسی سماج کی نئی ترتیب اور اصلاح کے سوال کو روسی معاشرے کا اہم سوال بنا چکے تھے۔ مارکسی نظریات روسی تعلیم یافتہ طبقے میں مقبول اور معروف تھے۔ روسی معاشرے کی ابتر صورت حال ہر سطح کے لوگوں میں تسلیم کی جا چکی تھی۔ اختلاف تھا تو فقط اس ابتر صورتحال کے مداوے اور معاشرتی اصلاح کے طریق کار پر۔ روس کے سوشلسٹ ہر نوع کے سماجی اصلاح کے مباحث کو عوامی سطح پر لا چکے تھے۔ ان مباحث میں روسی معاشرے کی تشخیص کے اپنے اپنے انداز تھے۔ روسی معاشرہ مارکسزم کی انقلابیت کی گونج سن رہا تھا۔ دائیں اور بائیں بازو کے سیاستدان کئی طرح کے سماجی مباحث میں سرگرم تھے۔ بایاں بازو سوشلسٹ سوچ اور معاشرے کی بہتری کے لیے مارکسی حل پیش کر رہا تھا۔ روسی انارکسٹ بھی اس نظریاتی کشمکش میں اپنا دیا جلا کر بجھا چکے تھے۔ مارکسزم روسی دانشوروں کے تمام سوالات کے جوابات مہیا کر رہا تھا۔ مارکسی نظریات دانوں کی آرا نہ صرف مقبول ہو رہی تھی بلکہ انقلاب ہی واضع اور حقیقی حل قرار پا چکا تھا۔ مارکسی سوچ کا دانشورانہ پہلو اس قدر پر زور تھا کہ جب روسی ادیب لیوٹالسٹائی کا ناول جنگ اور امن شائع ہوا تو سوشلسٹ اس ناول کے موضوع پر دیوانہ وار معترض ہوئے اور انہوں نے ٹالسٹائی کو معاشرے کے زندہ مسائل کو مخاطب کرنے کی بجائے روایتی اور فرسودہ مسئلے کو موضوع سخن بنانے کا طعنہ دیا۔

دوستوئیفسکی اس طرح کے تاریخی حالات میں زندہ اور قلم آرا تھا۔ اپنے ناول جرم و سزا میں وہ اس میں سوشلسٹوں کے ان مباحث کو بھی اپنے کرداروں کے ذریعے پیش کرنے کی طرف مائل ہے۔ سوشلسٹ اجتماعی انسان اور معاشرتی انسان کے معاشی و سیاسی مسائل کی طرف راغب تھے جبکہ دوستوئیفسکی حقیقی انسان کے اندر کی دنیا کی تہہ میں کار

فرما تلاطم خیزیوں کا مطالعہ کر رہا تھا۔ انسان کیا ہے؟ اور انسان کا مقدر کیا ہے؟ ان دونوں سوالات کے جوابات سوشلسٹوں اور دوستوئیفسکی کے ہاں مختلف اور کہیں کہیں متضاد تھے۔ ان دو سوالات کے بارے میں دوستوئیفسکی انسانی نفسیات اور روحانی تہہ داری کے اصل اصول کی تلاش کر رہا تھا۔ سوشلسٹ انسان کی خارجی دنیا اور حالات جبکہ دوستوئیفسکی انسان کی داخلی کائنات کی سراغ رسائی میں مصروف تھے۔ سوشلسٹ ریاست، قانون ملکیت، ادب اور ہر سماجی مظہر کو تاریخی مادیت کی روشنی میں دیکھ رہے تھے اور ان تصورات پر نیا مارکسی ردِعمل دے رہے تھے۔ قانون ملکیت کے ازلی اور خدائی حق ہونے کا دعویٰ مسترد کیا جا رہا تھا اور ریاستی قانون کو سرمایہ دار طبقے کا من مانا قانون تصور کیا جا رہا تھا۔ قانون، استحصالی قانون، اور ریاست، سرمایہ دار طبقے کے مفادات کی محافظ تنظیم قرار پا رہی تھی۔ اور ان دو مسائل کے لیے نئی سماجی ترتیب کے قیام کا مطالبہ ہو رہا تھا۔

ناول جرم و سزا کا مرکزی موضوع قانون اور جرم وسزا کا تصور ہے۔ یہ ناول جرم و سزا میں جرم کے بارے میں سوشلسٹوں کا نقطہ نظر زیرِ بحث ہے اور یہ ایک بڑے مبحث کا موضوع ہے اس مبحث کے پہلے حصے کا تعلق جرم کے وجود اور علت کی بحث سے ہے اور دوسرے حصے کا تعلق جرم کے نفسیاتی محرک اور ''غیر معمولی انسان'' کے نظریے سے ہے۔

ناول میں قتل کے ارتکاب کے بعد ''رسکولنیکوف'' قتل کی تفتیش پر معمور پولیس انسپکٹر پورفیری کے دفتر میں اپنے دوست رزومیخن کے ہمراہ پہنچتا ہے۔ وہ سب اپنی گزشتہ ملاقات میں جرم کے وجود پر بحث کر چکے ہیں اور اب اس ملاقات میں سابقہ گفتگو کو ''خلا میں پرواز'' قرار دے رہے ہیں۔ جرم کے وجود پر یہ گفتگو اب سنجیدگی سے شروع ہو رہی ہے۔ رسکولنیکوف کا دوست رزومیخن رسکولنیکوف سے سوال کرتا ہے کہ ''جرم کا وجود ہے یا نہیں''(۲)

رسکولنیکوف جواب دیتا ہے ''تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے عام سماجی سوال ہے؟ انسپکٹر پورفیری سوال کو ٹھیک طریقے سے بیان کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہتا ہے۔ ''سوال کو ان لفظوں میں پیش نہیں کیا گیا تھا۔''

> ''رزومیخن اب رسکولنیکوف سے سوال کرتا ہے ''اچھا رودیا (رسکولنیکوف کے نام کا ابتدائی حصہ) تم سنو اور اپنی رائے دو۔ میں چاہتا ہوں تم رائے دو۔ سوشلسٹوں کے نقطہ نظر سے بات شروع ہوئی۔ اس نقطہ نظر کو سبھی جانتے ہیں۔ جرم تو سماجی نظام کے غیر عادی ہونے کے خلاف احتجاج ہوتا ہے اور بس اس سے زیادہ کچھ نہیں، اور اس سے زیادہ کسی بھی سبب کو تسلیم نہیں کیا جاتا، کسی چیز کو بھی نہیں۔''(۳)

اس اقتباس میں دوستوئیفسکی کے زمانے میں خیر اور شر، جرم اور نیکی کی بحث میں سوشلسٹوں کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ نقطہ نظر ''رزومیخن'' کی آگے آنے والی گفتگو میں مزید وضاحت کے ساتھ پیش ہوا ہے۔ رزومیخن سوشلسٹوں کے ایک پمفلٹ کا ذکر کرتے ہوئے مزید وضاحت کرتا ہے۔ رزومیخن کا اگلا مکالمہ یہ ہے'' اُن (سوشلسٹوں) کے ہاں سب کچھ اس لیے ہے کہ ماحول نے اثر ڈالا اور کچھ ہے ہی نہیں! محبوب فقرہ۔ اس سے براہ راست یہ کہ اگر سماج کی تنظیم عادی طریقے پر کی جائے تو سارے جرائم غائب ہو جاتے ہیں اس لیے کہ وہ چیزیں ہی نہیں ہونگی جن کے خلاف احتجاج کیا جائے اور سب ایک لمحے میں حق پسند ہو جائیں گے۔''

ہم اس حصے کی معنویت کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ روس میں جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح کے خلاف ردِعمل میں دونوں

بازوؤں کے دانشور اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کر رہے تھے اور علاج تجویز کر رہے تھے۔ اقتباس کے اس حصے تک سوشلسٹوں کے جرم کے وجود پر نقطہ نظر کی وضاحت کی گئی ہے جو یوں ہے کہ سرمایہ دارانہ سماج میں موجود دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کی وجہ سے اور دولت کی غیر مساوی تقسیم کی بنا پر محروم طبقہ معاشی جنسی اور معاشرتی جرائم میں مبتلا ہوتا ہے۔ اگر اوپر بیان کی گئی وجوہات کو بالکل جڑ سے اکھاڑ دیا جائے یعنی سوشلسٹ سماج کا نظام قائم ہو جائے جس میں معاشی اور معاشرتی برابری قائم کر دی جائے تو جرم کی علت ختم ہو جائے گی۔ اور سب ایک لمحے میں یعنی سوشلسٹ نظام میں حق پسند اور معاشرتی اور سماجی قوانین کی پیروی کرنے والے بن جائیں گے۔

رزومیخن کو سوشلسٹوں کے بتائے گئے اسباب جرم سے اختلاف ہے اور وہ جرم کے اسباب میں سے کچھ اور طرح کے اسباب کی طرف نشاندہی کر رہا ہے

اقتباس کا اگلا حصہ:

> ''طبیعت کو شمار ہی میں نہیں لاتے، طبیعت کو خارج کر دیا جاتا ہے، طبیعت کا وجود ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اُن (سوشلسٹوں) کے نزدیک انسانیت ایسی ہے ہی نہیں جو تاریخی زندہ راستے پر آخر تک آگے بڑھتی ہے اور آخر کار اپنے آپ عادی سماج کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔''(۴)

اس اقتباس میں رزومیخن جرم کی علت کو طبیعت یعنی انسانی جبلی پہلو اور جرم کے پنجوں کی انسانی روح میں پوشیدہ اور نمو پانے والی گہری جڑوں کی موجودگی کا اظہار کر رہا ہے اور جرم کی وجوہات کو سماجی نظام کی بجائے داخلی طبیعتی وجوہات قرار دے رہا ہے۔

اسی اقتباس میں دوستوئیفسکی رزومیخن کی زبان سے یہ کہہ رہا ہے کہ طبیعت کی گھمبیر تا کو جرائم کے محرک کی حیثیت سے دیکھنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ انسانیت کا ارتقا تاریخی زندہ راستے پر آگے بڑھتا ہے اور بڑھ رہا ہے اور اس کا مقدر اس کی منزل خود بخود ایک بہتر معاشرے میں عبور کر جائے گی۔ یہ امر کہ سوشلسٹ انسانیت کے کارواں کے صراط مستقیم پر سفر کو تسلیم نہیں کرتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ سماجی ارتقاء کے بارے میں سوشلسٹوں کا اپنا نظریہ کیا ہے۔ سوشلسٹوں کا خیال رزومیخن یوں بیان کرتا ہے۔

> ''سماجی نظام ہی، جو کسی ریاضی زدہ دماغ سے نکلا ہے، فوراً ہی ساری انسانیت کو منظم کر دیتا ہے اور ایک لمحے میں اسے حق پسند اور بے گناہ بنا دے گا۔ کسی بھی جیالے عمل سے پہلے، بغیر کسی زندہ اور تاریخی راستے کے! اسی لیے تو یہ لوگ اس قدر جبلی طور پر تاریخ کو پسند نہیں کرتے کہ 'اس میں محض بدتمیزی اور بے وقوفی ہے' اور اس سب کی توضیح صرف بے وقوفی سے ہی کی جاتی ہے۔''(۵)

اس مندرجہ بالا اقتباس میں ریاضی زدہ سے مراد مارکس کی ریاضی کے علم کی مدد سے سب کچھ شمار میں لے آنے والی اور منطقی میکیزم سے بھرپور تحریر ''داس کیپٹیل'' اور خود مارکس مراد ہے۔ سوشلسٹوں کا دعویٰ کہ سوشلسٹ نظام سرمایہ دارانہ نظام کی مرکز گریز انفرادیت کے بالمقابل مرکز مائل اجتماعیت کے ذریعے سماج کی اعلیٰ وارفع تنظیم قائم کر سکتا ہے، گناہ اور ناانصافی کی وجوہات کو غیر طبقاتی اور مساویانہ نظام کے ذریعے یکسر موقوف کر سکتا ہے۔

اس پیراگراف میں سوشلسٹوں کا جبلی طور پر تاریخ کو بدتمیزی اور بے وقوفی قرار دینا بھی سوشلسٹ نظریہ کے عین مطابق تھا۔ مارکس نے تاریخ کے بارے میں تاریخی مادیت کے اصولوں کی تشریح کر کے بورژوا علم تاریخ کی صداقت پر بھی حملہ کیا۔ یوں سرمایہ دار معاشرے کا تاریخ کا علم بھی رد کر دیا گیا۔ ماضی کی ساری تاریخ فرسودہ اور فیوڈل کہلائی۔سوشلسٹوں نے تاریخ کے مطالعے کے مادی منہاج سے ہٹ کر ہر قسم کے علم تاریخ کی نفی کی۔ یہی وجہ تھی کہ اردو ادب کی تاریخ میں ترقی پسند ادیبوں نے میرؔ اور سوداؔ اور انیسؔ کی شاعری اور اُن کی شاعری کی اصناف کو جاگیردارانہ سماج کی رجعتی شاعری قرار دیا اور غزل، قصیدے اور مرثیے کی اصناف کو برتنے میں تامل کیا۔ کیونکہ اصول یہ طے پایا کہ مارکسی تاریخی مادیت کے علاوہ تمام فلسفہ تاریخ بورژوا اور جاگیردانہ طبقے کا علم ہے۔ بورژوا فلسفہ تاریخ بورژوا طبقے کے وجود کی دائمیت اور اثبات کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

''اسی لیے یہ لوگ زندگی کے زندہ عمل کو نہیں پسند کرتے، زندہ روح کی ضرورت ہی نہیں! زندگی کی زندہ روح تو مطالبہ کرتی ہے۔ زندہ روح تو میکانکی فرماں برادری نہیں کرتی، زندہ روح شک کرتی ہے۔ زندہ روح رجعت پرست ہے اور جو وہ چاہتے ہیں اُس سے مُردار کی بو آتی ہے۔اسے ربڑ سے بنایا جاسکتا ہے۔''(۶)

اس اقتباس کا تجزیہ کرنے کے لیے ''زندگی کی زندہ روح'' اور اس کے مقابل ''مُردار'' دونوں لسانی ٹکڑے ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں۔ جو سماج سوشلسٹ قائم کرنا چاہتے ہیں اس سماج میں اصول حکمران ہیں زندگی کی یکسانیت حکمران ہے۔ اور اس سب سے بڑھ کر پرلتاریہ کی آمریت حکمران ہے۔ مارکس پرولتاریہ کے حق میں آمریت کا لفظ بھی استعمال کرنے سے نہیں گھبراتا۔ یہ سماج جو مارکسی اصولوں پر قائم ہوگا''زندگی کی زندہ روح'' کی جھلک بھی نہیں دکھائے گا۔ مارکس کا تصور اشتراکی سماج اس قدر مکمل ہے کہ وہ میکانکی ہونے کے الزام سے بری نہیں ہے۔ پرولتاریہ کی محبت میں میکانکیت کا طوق بھی قبول ہے۔

روسی سوشلٹوں کے مطابق مارکسی نظام اس قدر مکمل ہے کہ زندگی کے سارے من جملہ مسائل اس نظام کے قیام سے حل ہوسکتے ہیں۔ رزومیخن سوشلٹوں کی اس مارکسی نظام پر خود اعتمادی اور تیقین کو تنقید کر رہا ہے کہ سوشلسٹ سماج میں انسان کے شک کرنے اور سوال کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔سوشلسٹ آئیڈیالوجی اپنے اندر یہ مطالبہ رکھتی ہے کہ سوشلسٹ نظام میں انسان کو اپنی انفرادی سوچ اور آواز دونوں کو اولاً اجتماع کے مفاد کے سیاق وسباق میں دیکھنا ہوگا یا پھر وسیع تر اجتماعی مفاد کے حق میں اپنی انفرادی سوچ اور آواز کی آزادی سے دستبردار ہونا پڑے گا۔لیکن رزومیخن کہتا ہے کہ زندگی ایک زندہ روح ہے اور شک کرنا، سوال کرنا اور آواز کی آزادی انسان کی روح کا جبلی فریضہ ہے۔ یہ ہے اجتماعیت کا استبداد اور جبر، بیسویں صدی کا مشہور فلسفی مارٹن ہائیڈیگر اسی وجہ سے اجتماعیت کو، اور تمام سیاسی نظاموں (سوشلزم، لبرلزم، کیپٹلزم، سیکولرزم، مذہب) کو انسان کا بے منزل سفر قرار دیتا ہے اور Being کی اصل روح کو فراموش کرنے اور انسان کا Being کے اصل راستے سے انحراف قرار دیتا ہے اور ان نظریات کو مہلک مانتا ہے۔

اقتباس کا اگلا حصہ یوں ہے:

''لیکن اس کی خوبی یہ ے کہ وہ زندہ تو ہے نہیں، اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں۔ وہ غلام کی طرح ہوتی ہے اور کبھی سرکشی نہیں کرتی اور نتیجہ کچھ یوں نکلتا ہے کہ اینٹوں کا انبار لگ جاتا ہے تاکہ اس سے فلانستیر میں راہ داریاں اور کمرے بنائے جاسکیں! فلانستیر تو تیار ہوگیا لیکن ہمارے پاس فلانستیر کے لیے موزوں طبیعت تو تیار ہے نہیں۔ وہ تو زندگی چاہتی ہے۔ جیالا عمل ابھی ختم تو نہیں ہوا۔ ابھی قبرستان لے جانا قبل از وقت ہے۔''(۷)

اس اقتباس میں اب وہ زندگی جو شلزم کے اندر ہوگی اُس کی حالت بیان کر رہا ہے؟ رزومیخن اس سوشلزم کے تحت زندگی کی خصوصیت بیان کر رہا ہے کہ سوشلزم کے نظام کے اندر زندگی زندہ نہیں۔ اس کی کوئی مرضی نہیں کیونکہ انسان پرولتاریہ یا کمیونسٹ پارٹی کے اجتماعیت سرکشی اور جبر کے تابع ہے۔ سوشلسٹ نظام میں سرکشی کے امکانات اس نظام کے سٹرکچر کے اندر ناممکن ہیں اور اگر کہیں پیدا ہو بھی گئے تو مظلوم پرولتاریہ اس سے سختی سے نپٹے گا۔ اقتباس کے دوسرے حصے میں کہا گیا ہے کہ اجتماعی نظام تشکیل پا جائے گا اب اس میں موجود انسان کو سوشلسٹ نظام کے جدید تقاضوں کے مطابق ڈھلنا ہوگا۔ یعنی سوشلزم کے تحت زندگی کے لیے ضروری ہے کہ انسان کی سوشلزم میں ایک نئی ترقی یافتہ شکل جو اجتماعی نظام کے تقاضون پر پوری اتر سکے۔ سوشلزم میں ایک نئی طرح کا انسان درکار ہوتا ہے۔ یہ مارکسی تھیوری کا مطالبہ بھی ہے اور سوشلٹ نظام کی اہم شرط بھی ہے۔ یہاں رزومیخن سوشلزم پر اعتراض کرتا ہے کہ تمہار نظام تو قائم ہو جائے گا تو کیا یہ موجودہ انسان اور موجودہ انسان کی طبیعت، موجودہ انسان کا طبعی جوہر تو غیر موزوں ہے۔ یہ تو صدیوں سے ذاتی ملکیت کے حامل سماجوں (غلام وادی جاگیرداری سرمایہ داری) کا پروردہ اور نشوونما یافتہ ہے۔ یہ کیا نئے ذتی ملکیت کے بغیر والے سماج میں تمہارے نظام پر پورا اتر سکتا ہے؟ رزومیخن کے خیال میں روس کا انسان سوشلزم کے لیے تیار اور سوشلزم کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اب آگے رزومیخن طبیعت کی تنوع اور اورنوع کی وضاحت کرتا ہے:

''صرف منطق کے ذریعے طبیعت کو پھاند کر پار نہیں کیا جاسکتا۔ منطق تین امکانات فرض کرتی ہے اور ہیں وہ دس لاکھ۔ دس لاکھ کو کاٹ دو اور بس وجود کے آرام کے سوال کو باقی رکھو۔ فریضوں کا آسان ترین حل! کیسے ریجھانے والے انداز میں سب کچھ صاف ہے اور سوچنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں، خاص چیز یہی ہے......سوچنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ زندگی کا سارا راز چھپے ہوئے دو ورقوں میں سما جاتا ہے۔''(۸)

رزومیخن کا یہ مکالمہ سوشلست نظریے میں انسان کے تصور کو رد کر رہا ہے۔ سوشلٹوں کے مطابق انسان کا اصل مسئلہ اس سوال سے منسلک ہے کہ انسان کو معاشی طور پر آزادی حاصل ہو جائے اس لیے طبقات کا خاتمہ ضروری ہے۔ رزومیخن فلسفی نہیں کہ سوشلسٹوں کے تصور انسان کی باریکیوں کا جواب مہیا کرے۔ وہ اٹھارویں صدی کے روس کا ایک ہمدرد اور ملنسار انسان ہے روسی عوامی معصومیت رزومیخن کی ذات سے دوستوئیفسکی نے عیاں کی ہے۔

رزومیخن کی یہ معصومیت ناول ''جرم وسزا'' میں اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ رسکولنیکوف اپنے اس دوست کی صالح طبیعت اور نیک دلی اور وفاداری کا تہہ دل سے قائل ہے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ ناول کے اختتام میں قتل کی پاداش میں رسکولنیکوف کو سائبیریا میں قید کے دوران دو خبریں ملتی ہیں ایک غمناک اور دوسری خوشی کی خبر ہوتی ہے۔ ایک خبر رسکولنیکوف کی ماں کی فوتگی کی خبر ہے اور دوسری رسکولنیکوف کی بہن کی رزومیخن سے شادی کی خبر ہے۔ رسکولنیکوف کے لیے یہ خبر اس لیے خوشی کا باعث ہے کہ وہ دل سے خواہاں تھا کہ اس کی بہن کی شادی کسی نیک خصلت اور شریف انسان

سے ہو جائے۔

اوپر مزکورہ اقتباس میں رزومیخن امکانات کے دس لاکھ ہونے کے بارے میں کہہ کر سوشلسٹوں کے نظریے کی سفاک منطقیت اور محدود بصیرت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ رزومیخن سوشلٹوں کے نظریاتی نظام کے اندر موجود اس خیال کو رد کر رہا ہے کہ کمیونسٹوں کے نزدیک انسان کے وجود کے آرام کا سوال ہی بنیادی ہے۔ یعنی سوشلٹوں کے نزدیک انسان کے معاشی مسئلے کا سوال ہی اہم ترین سوال ہے۔

رزومیخن کے مطابق انسان کی پور پور اور روح کی کائنات میں دس لاکھ اہم ضروریات ہیں۔ وحود کے آرام کا سوال ان دس لاکھ ضروریات میں سے ایک کمترین ضرورت اور سوال ہے:

یہاں رزومیخن مارکس کے تصور انسان پر معترض ہے۔ دوسرے سوشلسٹ سماج کے نفاذ کے لیے انسان کے سوشلزم کے لیے تیار ہونے کے سوال پر سوال قائم کیا گیا ہے۔ اس اقتباس میں رزومیخن سوشلٹوں کے نظریات پر اہم تنقیدی نقطہ نظر واضع کر رہا ہے۔ کہ سوشلزم کا انقلاب اور سوشلسٹ نظریات قبل از وقت ہیں۔ روس سوشلسٹ انقلاب کے لیے تیار نہیں ہے اور سوشلسٹ نظریے میں سوشلٹوں کا تصور انسان میکانکی اور محدود ہے یہ پوری انسانی روح کے اہم ترین ضروریات کی تفہیم میں ناکام ہے۔ رہا یہ سوال کہ انسان کا اہم ترین مسئلہ کیا ہے؟ سوشلٹوں کے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ معاشی مسئلہ ہی اہم ترین مسئلہ ہے لیکن انسان کے جسم و روح کی بنیادی ضرورت کا سوال نہ ہی ابھی تک فلسفی نے حل کیا ہے اور نہ ہی یہ حل ہوسکتا ہے۔ اس مسئلے کے حل کی جنگ نئے یروشلم تک جاری رہے گی۔

کتابیات

۱۔ ف۔م دوستوئیفسکی ایڈیٹ مترجم، ظ۔انصاری، فکشن ہاؤس لاہور، ص ۵

۲۔ ف۔م دوستوئیفسکی جرم وسزا مترجم، ظ۔انصاری، الحمد پبلی کیشنز، س ن، لاہور، ص ۳۰۴

۳۔ ایضاً، ص ۳۰۴

۴۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۵۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۶۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۷۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۸۔ ایضاً، ص ۳۰۵